ABC Certified
Weekly MASAEL Quetta
مسائل آپ کے اجاگر ہم کرینگے
ہفت روزہ مسائل کوئٹہ
ایڈیٹر: غضنفر محمد کھیتران
masaelqta@gmail.com
03136823946
جلد نمبر:22 | یکم جون تا 7 جون 2019ء | قیمت 8 روپے | شمارہ نمبر:21

میر یوسف عزیز مگسی، ایک تاریخ ایک تحریک

انکی پیدائش 8 جنوری 1907 بلوچستان کے تاریخی شہر جھل مگسی نواب قیصر خان مگسی کے گھر میں ہوئی وہ نواب مگسی کے دوسرے صاحبزادہ تھے

Nawab Yousuf Ali Khan Magsi

31 مئی 1935 کے خوفناک زلزلے میں جہاں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے وہیں بلوچستان کی تحریک آزادی کا سرخیل اور نڈر سیاسی رہنما بھی انتقال کر گئے تھے

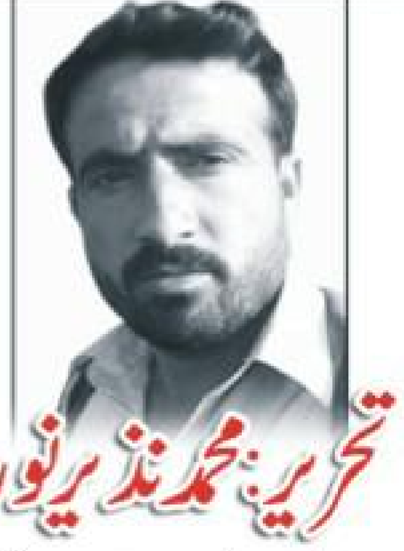

تحریر: محمد نذیر نور

انسانی تاریخ اور سماجی ارتقاء عظیم دانشوروں، فلاسفروں، انقلابی اور قومی رہنماؤں کے کارناموں اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ جنہوں نے اپنی علمی، فکری جدوجہد اور خیالات سے قوموں کی ارتقاء کی راہوں کا تعین کرکے سماجی زندگی میں اہم کلیدی کردار ادا کرکے قوموں کی ترقی، آزادی اور خوشحالی کیلئے مضبوط اور مستحکم بنیادیں فراہم کیں۔ انہی نظریات، خیالات اور سوچ نے انہیں قومی ہیرو اور تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھا ہوا ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی انگریزوں کے خلاف آخری جدوجہد 1857 میں جنگ آزادی میں ناکامی کی صورت میں اختتام پذیر ہوئی اور انگریزوں نے پورے برصغیر پر قبضہ کرلیا۔ جس کے بعد انگریزوں نے مغرب کی جانب پیش قدمی شروع کردی جس کو روکنے کیلئے بلوچوں نے بھرپور مقابلہ کیا اور متعدد حملوں کے بعد بالآخر 1877 میں انگریزوں نے مکمل طور پر بلوچستان پر قبضہ کرلیا۔ جسکے بعد مزاحمتی جنگ اور گوریلا کارروائیوں کا آغاز کیا لیکن وسائل کی عدم دستیابی اور طاقتور دشمن سے مقابلہ کرنے کی طاقت بہت جلد کمزور ہوگئی اس مزاحمتی جدوجہد میں ناکامی کے بعد بلوچوں نے سیاسی جدوجہد کا باقاعدہ آغاز کیا۔

اس سیاسی جدوجہد کی بنیاد رکھنے والوں میں میر یوسف عزیز مگسی بھی ہیں جنہوں نے بلوچستان کی زرخیز مٹی پر جنم لیا جو تاریخ بلوچستان میں ایک بڑے دانشور صحافی، انقلابی تعلیم یافتہ اور باشعور سیاسی رہنماؤں کی صورت میں ہمیشہ نمایاں نظر آتا ہے۔ جنہوں نے سیاسی جدوجہد کی راہ اپنا کر عوام میں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے میں رہنمائی کی اور انہیں آزاد فضاء اور ملک میں سانس لینے کا موقع فراہم کیا۔

میر یوسف عزیز مگسی 8 جنوری 1907 میں بلوچستان کے تاریخی شہر جھل مگسی میں نواب قیصر خان مگسی کے گھر پیدا ہوئے وہ نواب مگسی کے دوسرے صاحبزادہ تھے۔ انکے والد ایک روشن خیال اور نیک دل انسان اور قبیلہ کے سولہویں تمن دار تھے۔ والد نے اپنے بیٹوں کیلئے تعلیم و تربیت کے بہترین انتظامات کئے اور ابتدائی تعلیم جید استاد قاضی رسول بخش سے حاصل کی۔ جنہوں نے انہیں پرائمری تک تعلیم دی بعدازاں مولانا غلام محمد عبدالکریم نے انہیں دینی تعلیم کے علاوہ فارسی، عربی اور اردو پر عبور حاصل کرنے میں مدد دی۔ جبکہ انگریزی تعلیم کیلئے استاد کنہیا لعل کی خدمات سے استفادہ حاصل کیا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے لاہور کا رخ کیا جہاں پر انہوں نے پہلی بار سیاسی جدوجہد اور تحریک آزادی سے روشناس ہوئے۔

خان آف قلات میر محمود خان مسلسل بیمار رہنے اور ریاستی معاملات میں شمس شاہ کو بااختیار بنانے پر تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ نواب قیصر خان مگسی عوام میں خاصے مقبول تھے تاج کی اطاعت کے باوجود سر شمس شاہ کے غصے کا شکار ہوئے۔ کیونکہ شمس شاہ خان آف قلات کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بلوچستان کے سیاہ سفید کا مالک بن ہوا تھا۔ نواب قیصر خان کی آزادانہ سوچ خیالات اور عوامی مقبولیت کی وجہ سے شمس شاہ انہیں 1922 میں سرداری منصب سے معزول کرکے انکے بڑے بیٹے سردار گل محمد زیب کو تمن دار مقرر کرکے نواب کو زبردستی جلاوطن کروایا۔ میر یوسف مگسی اپنے والد کے ہمراہ اپنا آبائی وطن چھوڑ کر ملتان ہجرت کرگئے۔ اور وہاں چار سالوں تک قیام پذیر رہے، اسی دور میں ہندوستان بھر میں برطانوی سامراج کے خلاف لوگ صف آراء ہو رہے تھے۔ برصغیر کے مسلمان پہلی بار متحد ہو رہے تھے۔ میر یوسف مگسی بھی تحریک خلافت اور آزادی کی انقلابی فضاء میں سانس لے رہے تھے۔ جہاں انہیں انگریزوں کے خلاف جدوجہد آزادی اور سامراج کے خلاف ملک گیر تحریک اور جدوجہد سے آگاہی حاصل ہوئی۔ اس سوچ اور عزم نے انہیں شمس شاہ کے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا وسیلہ فراہم کیا۔ 1927 میں میر یوسف مگسی ملتان میں رہتے ہوئے بلوچستان کے سیاسی حالات، ریاست قلات کی انتظامی صورتحال عوام پر جبر، سازشیں اور ظلم وزیادتیوں پر بھرپور تحریک چلانے کا آغاز کردیا تھا۔ کیونکہ بلوچستان میں زبان وبیان پر پابندی، روشن خیال اور جمہوری سوچ کو صلب کردیا گیا تھا۔ اسی صورتحال نے انہیں قلم کو بطور ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا۔ 1929 میں لاہور کے ایک اخبار میں "فریاد بلوچستان" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا جس میں وزیر اعظم شمس شاہ اور انگریزوں کے ظلم و زیادتیوں، غیر آئینی اور قبائلی مفادات کے خلاف پالیسیوں، انکے فضول کارناموں اور بلوچوں کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک پر کڑی نکتہ چینی کی۔ عوام کو انگریز سرکار اور شمس شاہ کے خلاف میدان بغاوت میں آنے کی تجویز بھی دی۔ اس مضمون کی اشاعت نے ایوانوں میں بھونچال برپا کردیا۔ آخرکار روایاتی طریقہ اپنا کر جرگے کے ذریعے میر یوسف مگسی کو ایک سال نظربند اور بارہ ہزار نوسو روپے جرمانے کی سزا سنائی گئی۔ اور مستونگ جیل میں پابند سلاسل کردیا گیا۔ اسی اثناء میں ریاست قلات سے "ینگ بلوچ" کے نام سے عبدالعزیز کرد کی نگرانی میں ایک جماعت قائم کی۔ جس کے ممبران نے مستونگ جیل میں ہی میر یوسف سے رابطے کئے ایک سال کے بعد رہائی پر انہیں انہوں نے انجم اتحاد بلوچستان میں شامل ہوکر بلوچستان میں سیاسی تحریک کی بھاگ دوڑ سنبھالی اس تنظیم کے صدر میر یوسف مگسی جنرل سیکریٹری عبدالعزیز کرد جبکہ بارہ اراکین مجلس عامہ منتخب ہوئے اسطرح انہوں نے باقاعدہ اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا۔

میر یوسف عزیز مگسی کی جیل سے رہائی پر ان کے بڑے بھائی سردار گل محمد نے قتل کا بہانا بنا کر شمس شاہ کو خط لکھا۔ ان حالات میں میر یوسف مگسی کچھ عرصہ کیلئے سندھ ہجرت کرگئے تاکہ دور رہ کر اپنی سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکے۔

نومبر 1931 میں میر محمود خان دوئم کی طویل بیماری کے بعد انتقال ہوا۔ جس کے بعد محمد اعظم خان ان کے جانشین بنے جس سے سر شمس شاہ کی پالیسی کے تباہ کن نتائج کو دیکھ کر 1932 میں انہیں عہدے سے ہٹا کر خان بہادر گل خان کو وزارت عظمیٰ سونپی گئی اسطرح انجمن اتحاد بلوچستان کا دیرینہ مطالبہ پورا ہوا شمس شاہ کو ہٹانے کیلئے میر یوسف مگسی نے انجمن اتحاد کی سرپرستی میں شمس گردی کے نام سے ایک پمفلٹ جاری کیا جس نے انگریزوں کو للکارنے کے علاوہ بلوچستان کے جذبات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور اسی کوشش نے شمس شاہ کے ظلم و ستم سے بلوچستان اور بلوچوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

میر محمود خان نے بلوچ قبائلی مسائل کے حل کیلئے نئے طریقے وضع کئے اور ہجرت کرنے والے مگسیوں کو دوبارہ انکے آبائی علاقے میں واپس لائے۔ میر یوسف عزیز مگسی بلوچستان کے وسیع تر مفاد کیلئے مختلف بلوچ قبائل اور سرداروں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جسکی مثال پہلی بلوچ کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر ہوا۔ اس کانفرنس کے کامیاب انعقاد سے میر یوسف اور ان کے ساتھیوں کے حوصلے مزید بڑھے اور انہوں نے سرزمین کے مختلف پہلوؤں، سیاسی وسماجی اور معاشرتی حالات کا بغور مطالعہ شروع کرکے اپنی زندگی بلوچوں کی حالات بہتر بنانے اور انکی اصلاح کیلئے وقف کردی۔

1933 میں "بلوچستان کی آواز" کے عنوان سے ایک اور پمفلٹ شائع کرکے بلوچستان کے مسائل اور بلوچوں کے مطالبات برطانوی پارلیمنٹ لندن بھجوادیے۔ میر یوسف عزیز مگسی راسخ العقیدہ قسم کے مسلمان تھے۔ قید و بند کی صعوبتیں جرمانے اور طرح طرح کی اذیتیں بھی انکے عزائم کو کمزور نہ کرسکے۔ اسی لئے اپنے عوام کے مطالبات اور علاقائی مسائل کو اجاگر کرنے کی خاطر انہوں نے بلوچستان کا پہلا "اخبار بلوچستان" کے نام سے منسوب کیا۔ جس کے بعد بالترتیب "البلوچ" "بلوچستان جدید اور ینگ بلوچستان کے نام سے اخبارات جاری کئے جن کا مرکز کراچی تھا جبکہ انکی سرپرستی وہ خود کررہے تھے عوام میں مقبولیت اور خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے میر گل زیب مگسی کو معزول کرکے میر یوسف عزیز مگسی کو قبیلے کا نواب بنا دیا گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنایا۔ اور اپنے علاقے میں متعدد اصلاحات نافذ کرکے ترقی کی بنیاد ڈالی۔ جن میں کھیرتھر کینال کوٹ یوسف کا شہر تعلیمی ادارہ جامعہ یوسفیہ غریبوں کے علاج کیلئے ڈسپنسری اور دارالامان بنوایا۔ 1933 سے پہلے تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ تھا صرف چند آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ انہوں نے اپنی آمدنی کا دسواں حصہ تعلیم پر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا اور اسی تعلیم دوستی کی وجہ سے تعلیمی انتظامات کیلئے ونگ آفیسر بھی مقرر کیا۔

نومبر 1933 میں دوسری آل انڈیا بلوچ اینڈ بلوچستان کانفرنس کا انعقاد حیدرآباد میں ہوا۔ بحیثیت نواب دوسرے سرداروں کی طرح حکمرانوں نے انہیں بھی شرکت سے روکا لیکن وہ کانفرنس میں شریک ہوئے جس میں بلوچستان کے علاوہ متحدہ ہندوستان، ایران افغانستان، مشرق وسطی، ترکمانستان سے بلوچ سرداروں اور مبصرین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں بلوچوں کے حقوق، آزادی، خوشحالی کیلئے کئی قراردادیں منظور ہوئیں۔

جب افغانستان میں انگریزی استبداد پولیٹیکل ایجنٹوں نے ظالم کے روپ میں سر اٹھایا برطانوی حکومت نے نواب یوسف عزیز مگسی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سیاسی جدوجہد، باغیانہ سوچ، سرمایہ دار طبقے کی مخالفت، حکمرانوں کی ناانصافیوں اور ظلم کے خلاف جدوجہد کا شعور پیدا کرنے سے روکنے کیلئے مختلف حربے استعمال کرنے شروع کئے۔ بغاوت کے خوف اور عوامی مقبولیت کی وجہ سے نواب یوسف عزیز مگسی کو جبری طور پر جلاوطن کرکے لندن بھجوایا۔ جس وقت وہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے خان محمد خان اور میر عبدالعزیز کرد تین سال کیلئے مچھ جیل میں بند تھے۔ جس سے بلوچستان میں تحریک آزادی کی شدت کم ہوگئی۔

نواب یوسف عزیز مگسی متحرک انسان تھے لندن میں قیام کے دوران وہاں کے تعلیمی اور سماجی اداروں کا بغور مطالعہ کیا اور بلوچوں کیلئے دارالاقامہ بنانے کی تجویز بھی دی تاکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے بلوچ لندن میں قیام کرسکیں۔ دس ماہ جلاوطنی کے بعد نواب یوسف عزیز مگسی واپس اپنے وطن آئے اور واپس آتے ہی انہوں نے منتشر بلوچوں کی تحریک کو دوبارہ منظم اور فعال کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ لیکن وقت اور زندگی نے انکا ساتھ نہیں دیا۔ 31 مئی 1935 کے خوفناک زلزلے میں جہاں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن گئے وہیں کوئٹہ کے مقامی ہوٹل کے ملبے سے بلوچستان کی تحریک آزادی کا سرخیل اور نڈر سیاسی رہنما کی لاش بھی ملی۔ جن کا ملبے تلے دب کر انتقال ہوچکا تھا۔

نواب یوسف عزیز مگسی کو ہم سے بچھڑے کئی سال ہوگئے ہیں لیکن ان کے نظریات، فکر، سوچ اور حب الوطنی آج بھی سیاسی رہنماؤں صحافیوں اور سماجی کارکنوں کی رہنمائی کررہی ہے

نواب یوسف عزیز مگسی بلوچستان کیلئے ایک تاریخ ساز، نڈر صحافی، پرعزم نوجوان اور عملی جدوجہد کرنے والے سیاسی رہنما تھے

نواب یوسف عزیز مگسی کو ہم سے بچھڑے کئی سال ہوگئے ہیں لیکن ان کے نظریات، فکر، سوچ اور حب الوطنی آج بھی سیاسی رہنماؤں صحافیوں اور سماجی کارکنوں کی رہنمائی کررہی ہے۔ نواب یوسف عزیز مگسی بلوچستان کیلئے ایک تاریخ ساز، نڈر صحافی، پرعزم نوجوان اور عملی جدوجہد کرنے والے سیاسی رہنما تھے۔

حکومت عوام کے معاشی و سماجی تحفظ کو یقینی بنانے میں سنجیدہ ہے، وزیراعلیٰ بلوچستان

رپورٹ: اسرار محمد کھیتران

وزیراعلیٰ بلوچستان جام کمال خان نے کہا ہے کہ حکومت عوام کے معاشی وسماجی تحفظ کو یقینی بنانے میں سنجیدہ ہے جو غربت کے خاتمے کے ذریعہ ہی ممکن ہے اس حوالے سے حکومت بلوچستان عالمی بنک کے معاشی وسماجی تحفظ کے پروگرام اور پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کے تجربات سے استفادہ کرے گی ان خیالات کا اظہار انہوں نے غربت کے خاتمے کے پروگرام کے حوالے سے عالمی بنک اور پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کے حکام کی جانب سے دی گئی بریفنگ کے دوران کیا۔ وزیراعلیٰ نے کہا کہ بلوچستان میں معاشی سرگرمیوں کے فروغ فعال میکنزم کے ذریعہ لوگوں کے معاشی مسائل حل کئے جائیں گے جس سے غربت میں کمی، سماجی انصاف کے نظام میں بہتری، مالی مسائل کا حل اور ہیومن ریسورس مینجمنٹ کے ساتھ ساتھ بہترین سکل ڈویلپمنٹ کا قیام ممکن ہوسکے گا، انہوں نے کہا کہ ہماری آبادی بھی پنجاب کی نسبت کم ہے اور سماجی ومعاشی تحفظ کے پروگرام کے لئے

اور مقامی سطح پر روزگار کی فراہمی کے مواقع پیدا کرنے کے لئے سوشل پروٹیکشن سیل بنایا گیا ہے اور ہماری خواہش ہے کہ ہم اس سیل کو وسعت دیتے ہوئے اتھارٹی میں تبدیل کریں تاکہ اس کی افادیت میں اضافہ ہوسکے، انہوں نے کہا پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی اور ورلڈ بنک حکام کی جانب سے دی گئی بریفنگ کی روشنی میں بلوچستان میں بھی اسی ماڈل پر سماجی شعبوں کی بہتری کے پروگرام کا آغاز کیا جائے گا اور پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی اور ورلڈ بنک کی فنی اور مالی معاونت حاصل کی جائے گی، وزیراعلیٰ بلوچستان نے کہا کہ صوبے میں سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور اس کی تمام جزیات طے کرتے ہوئے ایک مقررہ علاقوں کے نشاندہی بھی آسان ہے اور معلوماتی ڈیٹا بھی دستیاب ہے، اجلاس میں اس امر سے اتفاق کیا گیا کہ بلوچستان میں اتھارٹی کے قیام کے حوالے سے پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی تکنیکی معاونت فراہم کرے گی جبکہ عالمی بنک کی جانب سے بھی بھرپور تعاون کیا جائے گا، اجلاس میں رکن قومی اسمبلی مسز روبینہ عرفان، وزیراعلیٰ کے معاون خصوصی میر امین محمد حسنی، عالمی بنک کے نمائندے امجد صفدر، پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی کے ڈائریکٹر فیصل مقیت، سیکریٹری خزانہ بلوچستان نورالحق بلوچ، بلوچستان سوشل پروٹیکشن سیل کے فوکل پرسن امجد رشید اور دیگر حکام بھی شریک تھے۔

دریں اثناء وزیراعلیٰ بلوچستان جام کمال خان سے نوشکی کے قبائلی، سیاسی وسماجی رہنما حاجی میر جمعہ خان بادینی نے جمعہ کے روز یہاں ملاقات کی، سابق صوبائی وزیر میر غلام دستگیر بادینی بھی اس موقع پر موجود تھے، ملاقات میں رخشان ڈویژن خاص طور سے ضلع نوشکی میں امن وامان اور ترقیاتی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا، میر جمعہ خان بادینی نے نوشکی میں جاری ترقیاتی عمل اور امن وامان کی صورتحال پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ڈویژنل اور ضلعی انتظامیہ اور پولیس اور لیویز کی کارکردگی کو سراہا اور کہا کہ وزیراعلیٰ جام کمال خان کی قیادت میں موجودہ صوبائی حکومت نے صوبہ بھر کی طرح نوشکی میں بھی امن وترقی کے لئے موثر اقدامات کئے ہیں جس کے لئے نوشکی کے عوام وزیراعلیٰ کے مشکور ہیں، انہوں نے وزیراعلیٰ کو نوشکی کے دورے کی دعوت دی۔ وزیراعلیٰ نے دعوت قبول کرتے ہوئے کہا کہ وہ عید کے بعد نوشکی کا دورہ کریں گے، وزیراعلیٰ نے کہا کہ ہم نعروں اور تقاریر کی بجائے عملی سیاست پر یقین رکھتے ہیں عوام نے ہمیں منتخب کرکے ہم پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کا یہی تقاضہ ہے کہ ہم ان کی توقعات پر پورا کرنے کیلئے خلوص نیت کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں، بلوچستان عوامی پارٹی صحیح معنوں میں ایک سیاسی اور عوامی جماعت ہے جس نے مختصر مدت میں عوام کا اعتماد حاصل کیا ہے اور ہم اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دیں گے۔

کوئٹہ، وزیراعلیٰ جام کمال غربت خاتمے کے پروگرام کے حوالے سے پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی اور عالمی بنک کے نمائندوں سے بریفنگ لے رہے ہیں

وزیراعلیٰ بلوچستان جام کمال سے سماجی وقبائلی رہنماء حاجی میر جمعہ خان بادینی ملاقات کررہے ہیں

کوئٹہ، وزیراعلیٰ جام کمال خان سے ممبر نیشنل ہائی وے اتھارٹی شاہد احسان ملاقات کررہے ہیں

چیف ایڈیٹر وپبلشر محمد اسحاق نے سعید پرنٹنگ پریس مشن روڈ کوئٹہ سے چھپواکر دفتر ہفت روزہ مسائل کوئٹہ آرٹ سکول روڈ کوئٹہ سے شائع کیا۔ فون نمبر: 081-2822725

آپ بھی لکھ سکتے ہیں

سیاسی، سماجی معاشی موضوعات کے متعلق اپنی مختصر مگر جامع تحریریں صاف ستھرے انداز میں ہمیں بھیجیے ہم انہیں اپنے اخبارات کی زینت بنائیں گے۔
رابطہ نمبر: 03327865820
واٹس ایپ: 03136823946
Email: masaelqta@gmail.com
(ادارے کا کالم نگاروں / مضمون نگاروں کی ذاتی رائے اور ان کے مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں) ادارہ

سی پیک منصوبہ بلوچستان کی ترقی کا ضامن ہے، صادق سنجرانی

حکومت بلوچستان کے دیرینہ مسائل کو حل کرنے کیلئے سنجیدگی کے ساتھ اقدامات اٹھا رہی ہے، چیئرمین سینیٹ

رپورٹ: اسرار محمد کھیتران

چیئرمین سینیٹ میر محمد صادق سنجرانی نے کہا ہے کہ حکومت بلوچستان کے دیرینہ مسائل کو حل کرنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ اقدامات اٹھا رہی ہے سی پیک منصوبہ بلوچستان کی ترقی کا ضامن ہے حکومت اس منصوبے کو مکمل کرکے اس کی افادیت کے ثمرات بلوچستان سمیت پاکستان اور دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کیلئے کوشاں ہے بلوچستان میں امن وامان سمیت صوبے میں بجلی، گیس سی پیک منصوبے کو بلوچستان کے لوگوں کی امنگوں کے مطابق مکمل کرنے کے لئے کام کررہی ہے کیونکہ سی پیک منصوبہ بلوچستان کی ترقی کا ضامن ہے اس منصوبے کی افادیت سے بلوچستان پاکستان اور دنیا بھر کے ممالک مستفید ہونا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں اجتماعی نوعیت کی سوچ کو پروان چڑھاتے ہوئے بلوچستان کے مسائل کے حل کو یقینی بناتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا انہوں نے کہا کہ میں بحیثیت چیئرمین سینیٹ صوبے کے مسائل کے حل کے لئے

اور دیگر شعبوں میں درپیش مشکلات کے حل کے لئے سینیٹ کا فورم بھرپور طریقے سے بلوچستان کی آواز کو بلند کرکے مسائل کے حل کے لئے اپنا کردار ادا کریگا ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز پاکستان تحریک انصاف ضلع کوئٹہ کے جنرل سیکرٹری اور چیف آف یاسین زئی ملک فیصل خان کاکڑ، پی ٹی آئی کے رہنماء سابق رکن قومی اسمبلی سردار عاطف سنجرانی اور دیگر سے گفتگو کے دوران کیا اس موقع پر چیئرمین سینیٹ میر محمد صادق سنجرانی کا کہنا تھا کہ بلوچستان کو اللہ تعالیٰ نے بیش بہا قدرتی وسائل، معدنیات، ساحل و سمندر سے نواز رکھا ہے ضرورت اس امر کی ہے ان وسائل کو قابل استعمال لاکر عوام کی فلاح و بہبود اور بلوچستان کی پسماندگی اور عوام میں پائے جانے والے احساس محرومی کو دور کرنے پر صرف کرکے ان کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جائے وفاقی حکومت ایوان بالا سمیت ہر فورم پر اپنا کردار ادا کرتا رہوں گا اس کے لئے کسی قسم کی کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرسکتے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان کے لوگوں نے ہمیشہ مسائل کے حل کے لئے آواز اٹھائی ہے اور ہماری کوشش ہے کہ ان مسائل کے حل کو یقینی بنائیں اس موقع پر چیف آف یاسین زئی، پی ٹی آئی بلوچستان کے ضلعی صدر ملک فیصل کاکڑ نے انہیں کوئٹہ سمیت بلوچستان کے مختلف مسائل سیاسی صورتحال اور امن وامان کے حوالے سے آگاہ کیا جس پر چیئرمین سینیٹ نے انہیں یقین دہانی کرائی کہ وہ بلوچستان میں امن کے قیام اور دیگر مسائل کے حل میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے جس پر چیف آف یاسین زئی، ملک فیصل خان کاکڑ اور میر عاطف سنجرانی نے چیئرمین سینیٹ کا شکریہ ادا کیا کہ وہ بلوچستان کے مسائل کے حل کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

PM Imran Khan, Afghan President Ashraf Ghani discuss Kabul peace process

ISLAMABAD: Prime Minister Imran Khan and Afghan President Ashraf Ghani in a meeting on the sidelines of the 14th Organisation of Islamic Cooperation (OIC) summit on Friday exchanged views on bilateral relations and Afghan peace process.The prime minister during his interaction with Mr Ghani reaffirmed Pakistan's commitment to a peaceful and stable Afghanistan, according to a PM Office statementMr Khan underlined Pakistan's firm support for an Afghan-led and Afghan-owned peace process for political settlement in Afghanistan.

Pakistan, Egypt agree to boost cooperation in several fields President Ghani is expected to visit Pakistan in the coming weeks His visit would provide an opportunity to further focus on political, security, economic and people-to-people aspects of Pakistan-Afghanistan relations. In an interaction between PM Khan and Egyptian President Abdul Fattah Al Sisi on the sidelines of the OIC summit, the two sides agreed to enhance cooperation in all fields and increase the frequency of bilateral political contacts and exchanges. They exchanged views on bilateral regional and international matters and the issues being faced by the Ummah were also discussed. Mr Khan also performed Umrah along with his wife Bushra Begum and prayed for the country's progress and prosperity. The PM along with his delegation comprising Punjab Chief Minister Usman Buzdar, Khyber Pakhtunkhwa CM Mahmood Khan, Tourism Minister Atif Khan, Special Assistant to PM Naeemul Haq and Foreign Secretary Sohail Mehmood offered prayers at Masjidul Haram. Earlier, the prime minister arri-ved at Jeddah after a brief stay at Madina where he paid respects and offered prayer at Masjid-i-Nabavi. On his arrival at the Royal Terminal of King Abdul Aziz International Airport of Jeddah, Mr Khan was received by Mecca Governor Prince Khalid bin Faisal bin Abdulaziz Al Saud, a PM Office statement said. In a tweet, PM Khan gave a piece of his captaincy-era advice to Pakistan cricket team, asking the players to fight till last ball without fear of losing."Give your 100 percent, fight till the last ball and never let the fear of losing enter in your mind, influence your strategy or play," he said as the national team played its first match of ICC World Cup with West Indies, at Trent Bridge in Nottingham, the UK. Pakistan had won the World Cup in 1992 under the captaincy of Imran Khan, before he retired from the game and entered politics.The cricketer-turned-politician said his advice to the Pakistan team was what he would tell his team players before a match. He also wished best to the team, saying that Pakistan's prayers and support were with Captain Sarfaraz and the team.

قوم پاک فوج کے ساتھ ہے

آج کی دنیا میں اس نظریے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا کہ جس ملک کے پاس مضبوط فوج نہیں، اس کی آزادی پر تلوار لٹکتی رہے گی۔ جدید تاریخ میں جن ملکوں کو تباہ کیا گیا ان کی پہلے فوج کمزور کی گئی یا اسے تباہ کردیا گیا۔ ایک مضبوط و منظم فوج کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے ملک کو جارحیت کی ہمت نہیں ہوتی۔ پاکستان میں ایک مضبوط و منظم فوج موجود ہے اور اسے رہنا چاہئے۔ ہمارے ہاں فوج کا کردار ہمیشہ مدوجزر کا شکار رہا ہے، سیاست میں فوج کی مداخلت نے اسے اس حد تک ضرور نقصان پہنچایا کہ اس پر جمہوریت دشمنی کے الزامات لگے اور سیاسی قوتوں کو اس کے خلاف مزاحمت کرنا پڑی، لیکن ایسے ادوار میں بھی فوج نے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیت پر آنچ نہیں آنے دی اور اس کا دفاعی پہلو کبھی کمزور نہیں ہوا۔ امریکہ کی نظر میں پاکستانی فوج کھٹکتی ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کیونکہ یہ پروفیشنل فوج ہی ہے جو امریکہ کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔

پاک آرمی پر امریکی ایجنڈے کے تحت یہ الزام بھی لگتے رہے کہ وہ سول حکومتوں کو چلنے نہیں دیتی، لیکن حیران کن امر یہ ہے کہ یہی امریکہ پاکستان میں جرنیلوں کی حکومتوں کو سپورٹ کرتا رہا ہے اور سب سے زیادہ مالی امداد بھی انہی کے ادوار میں فراہم کی ہے، امریکہ نے دوبار تو بہت کھل کر یہ ثابت کیا کہ اسے جرنیلی حکومت اچھی لگتی ہے۔ جنرل ضیاء الحق کو اس نے افغانستان سے روس کو نکالنے کے لئے اپنا مینڈیٹ دیا اور پرویز مشرف کو کولن پاؤل نے ایک ٹیلی فون کال کر کے یہ بتا دیا کہ ان کی حکومت صرف اس لئے قبول کی گئی ہے کہ وہ افغانستان پر قبضے کے لئے امریکہ کو مکمل سپورٹ فراہم کریں گے۔

تحریر: نسیم شاہد

ان دونوں مواقع پر امریکہ کو پاکستان میں آمرانہ حکومتیں راس آگئیں۔ مگر ایک چیز پھر بھی اس کی دسترس سے باہر رہی، وہ تھی پاک فوج کی پیشہ ورانہ مہارت اور سرزمین پاکستان سے اٹوٹ کمٹ منٹ۔ اس دور میں بھی کہ جب لگتا تھا فوجی حکمرانوں نے پورا ملک امریکہ کے ہاتھ میں گروی رکھ دیا ہے، فوج دفاع وطن پر کسی قسم کا کمپرومائز کرنے کو تیار نہیں تھی۔ آئی ایس آئی پوری تندہی سے کام کر رہی تھی اور امریکیوں کو ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھنے دے رہی تھی۔ اگر خدانخواستہ ان ادوار میں پاکستانی فوج کی چین آن کمانڈ کو امریکہ توڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو پاکستان کا حال بھی افغانستان یا عراق و مصر جیسا ہو جانا تھا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ برے سے برے حالات میں بھی فوج اور عوام کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم رہا ہے، سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد ایسا کبھی نہیں ہوا کہ فوج اور عوام کے درمیان ایسی دوری پیدا ہوئی ہو کہ دشمن اس کا فائدہ اٹھا سکتے۔ جب بھی کوئی مشکل وقت آیا،

پاکستانی فوج کی پشت پر قوم آ کھڑی ہوئی۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو امریکہ ہو یا کوئی اور مخالف قوت، اسے دراڑ ڈالنے کا موقع نہیں دیتی۔ سیاسی حوالے سے لاکھ باتیں کی جائیں، مگر دفاعی حوالے سے فوج پر عوام کا اعتماد کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ یہ ایک ایسی دفاعی دیوار ہے، جسے دشمن عبور کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔ عوام جانتے ہیں کہ فوج ہماری ہے، کسی اور ملک کی نہیں، وہ غالباً جنرل ڈیگال کی اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ہر ملک میں ایک فوج ہر صورت میں موجود رہتی ہے، وہ اس ملک کی فوج ہوتی ہے، بالفرض اس کی نہ ہو تو کسی اور ملک کی فوج ضرور ہوتی ہے۔

اس وقت اقوام متحدہ کی امن فوج نجانے دنیا کے کتنے ممالک میں موجود ہے۔ یہ وہی ممالک ہیں، جن کی اپنی فوج نہیں اور انہیں امن قائم رکھنے کے لئے ایک فوج کی ضرورت پڑتی ہے، جسے اقوام متحدہ پوری کرتا ہے۔ امریکہ دنیا کی سپر پاور ہے، تاہم ہر سال اسے بھی اپنا فوجی بجٹ اربوں ڈالر بڑھانا پڑتا ہے۔ شمالی کوریا اور ایران کے ساتھ امریکی تعلقات ایک عرصے سے خراب ہیں، لیکن امریکہ کو جرات نہیں ہوتی کہ وہ ان ممالک پر فوجی حملہ کرسکے، کیونکہ ان کے پاس فوج موجود ہے جو جواب دینے کی صلاحیت رکھتی ہے...... اب آتے ہیں اس نکتے کی طرف جس کے لئے میں نے یہ ساری تمہید باندھی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ پشتون تحفظ موومنٹ، یعنی پی ٹی ایم کا اول ایجنڈا کیا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ پاکستان آرمی کو دنیا کی نظر میں متنازعہ بنانا چاہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپ حقوق مانگ رہے ہیں، تو اس کے لئے ہر جگہ سیاسی جدوجہد ہوتی ہے اور حکومت وقت سے حقوق مانگے جاتے ہیں، لیکن پی ٹی ایم کا ہدف صرف پاکستانی فوج ہے۔ کوئی نعرہ دیکھ لیں، کوئی بینر دیکھیں، کوئی تقریر سنیں، ہر جگہ فوج کو گالیاں ملیں گی یا اس کے خلاف نفرت ابھارنے کی کوشش، پھر اگر آپ مطالبات بھی یہ کریں کہ فوج قبائلی علاقے سے نکل جائے، چوکیاں ختم کر دے اور سرحد پر باڑ نہ لگائے تو عزائم واضح ہو جاتے ہیں۔

فوج تو رینجرز کی صورت میں کئی دہائیوں سے کراچی میں بھی موجود ہے۔ خود کراچی کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ رینجرز وہاں موجود رہے، کیونکہ اس کی وجہ سے امن قائم ہوا ہے۔ جنوبی و شمالی وزیرستان تو ہیں ہی ایسے علاقے جہاں دہشت گردوں کا راج رہا ہے، یہی لوگ جو آج فوج کو وہاں سے نکالنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، اپنے علاقوں میں محبوس ہو کر رہ گئے تھے اور طالبان نے قبضہ کر لیا تھا، وہ آئے روز ان کے گلے کاٹتے اور ان سے بھتہ وصول کرتے۔ وہاں تو فوج کی بے حد ضرورت ہے تاکہ پھر دہشت گردوں کا تغلب نہ ہو جائے۔ کوئی باشعور اور امن پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی حفاظت کرنے والے چلے جائیں اور وہ دہشت گردوں کے رحم و کرم پر زندگی گزارے۔

کیا وجہ ہے کہ پی ٹی ایم والے سب سے زیادہ زور فوج نکالے پر دے رہے ہیں، حالانکہ اصل مطالبہ تو یہ ہونا چاہئے کہ فاٹا میں ترقیاتی کام کرائے جائیں، اسے تعلیم و صحت کی اعلیٰ سہولتیں دی جائیں۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ اس پر کام بھی ہو رہا ہے اور وزیراعظم عمران خان خود وہاں کے متعدد دوروں میں ان منصوبوں کا اعلان بھی کر چکے ہیں۔ اب چوکی پر حملے کا جو واقعہ پیش آیا ہے، اسے کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ کراچی میں اگر رینجرز کے کسی ناکے پر ایسا ہو تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ فوج سے یا تو پی ٹی ایم والوں کی نفرت ڈھکی چھپی بات ہو۔ دہشت گردی کے پیچھے وردی کا بیانیہ رکھنے والے فوجی چوکی پر جائیں گے تو وہاں موجود اہلکاروں کو پھول تو پیش نہیں کریں گے۔ وہ تو اپنی نفرت کے اظہار کا ایجنڈا ہی پورا کریں گے۔ سوشل میڈیا پر ایسی کئی ویڈیوز موجود ہیں جن میں پی ٹی ایم کے کارکن اپنے چہروں پر بھارتی جھنڈا پینٹ کرا کے پاکستانی پرچم کو نذر آتش کر رہے ہیں، کیا وہاں موجود فوجی ایسے مناظر دیکھ کر خاموش کھڑے رہیں اور انہیں محفوظ راستہ دیں۔ ظاہر ہے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

ہماری سیاسی قیادت کو کہیں تو کوئی لکیر کھینچنی چاہئے۔ کیا یہ کوئی مناسب عمل ہے کہ پاکستان آرمی اور پی ٹی ایم کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا جائے اور ہم اپنی فوج کے بیانیہ کا ساتھ دینے کی بجائے اسے کٹہرے میں کھڑا کر دیں۔ یہ تو امریکی، بھارتی اور افغانی مقصد ہے کہ فوج اور پی ٹی ایم کو اس طرح لڑا دیا جائے کہ عالمی سطح پر پاکستانی فوج کے بارے میں ایک منفی تاثر پیدا کرنے میں مدد ملے۔ سوال یہ ہے کہ سیاسی قیادت بجائے ایسے مطالبات کرنے کے چوکی کے واقعہ کی تحقیق کرائی جائے، یہ کوشش کیوں نہیں کرتی کہ معاملات کو چوکیوں پر لے جانے کی بجائے اسلام آباد میں مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ چوکی پر کھڑے فوجی جوان کیا مطالبہ پورا کر سکتے ہیں، وہ تو ڈیوٹی پر کھڑے ہیں اور ریاستی رٹ کی علامت ہیں، اگر کوئی گروہ ان پر یلغار کرتا ہے تو اسے روکنا ان کا فرض ہے۔ یہ بحث فضول ہے کہ وہاں پہل کس نے کی؟ پہل تو اسی وقت ہو گئی جب آپ ہجوم کے ساتھ چوکی کے قریب چلے گئے۔ پوری قوم پاک فوج کے ساتھ کھڑی ہے، سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر اپنی فوج سے محبت ہر پاکستانی کے دل میں موجود ہے۔ پاکستان میں حقوق کی تحریکیں تو کئی جگہ پر چل رہی ہیں، خود جنوبی پنجاب میں سرائیکی خطے کا حق مانگنے والے سڑکوں پر رہتے ہیں، لیکن کبھی انہوں نے فوج کے خلاف نعرہ نہیں لگایا، فوج کو برا بھلا نہیں کہا۔ پی ٹی ایم ہو یا کوئی اور، اسے بھی سیاسی جدوجہد کی طرف آنا چاہئے، لیکن جب منظور پشتین کی تصویروں والے آزاد پشتون آباد کے کیلنڈر افغانستان کے دفاتر اور دکانوں پر آویزاں نظر آئیں گے، تو وہ پاکستان میں سیاسی جدوجہد کی طرف کیسے آسکتا ہے، وہ تو عالمی ایجنڈے کا ایک مہرہ ہے جس کا مقصد نوجوانوں کے ذہن خراب کر کے انہیں پاک فوج کے خلاف کھڑا کرنا ہے، تاہم پشتون عوام اس سازش کو سمجھ چکے ہیں اور پاک فوج کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہماری سیاسی قیادت کو بھی مصلحتوں سے آزاد ہو کر قومی مفاد پر واضح اسٹینڈ لینا چاہئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

فادر آف پاکستانی "نیوکلیئر بم"

ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور انکی سوچ

تحریر: اسرار محمد کھیتران

مغربی دنیا انہیں فادر آف پاکستانی "نیوکلیئر بم" کہتی ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام دنیا کے کئی ملکوں کو کھٹکتا رہا اور آج تک کھٹکتا رہتا ہے۔ اس کے خلاف بڑی سازشیں ہوتی رہی اور آج تک ہو رہی ہیں۔ خاص طور پر بھارت اور اسرائیل پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو سبوتاژ کرنے کیلئے سازشیں کرتے رہے ہیں لیکن ان سازشوں کے باوجود پاکستان نہ صرف ایٹمی ٹیکنالوجی حاصل کرنے میں کامیاب رہا بلکہ وہ مئی 1998 میں ایٹمی طاقت بن گیا۔ امریکہ بھی ایٹمی پروگرام بند کرانے کیلئے دباؤ ڈالتا رہا۔

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کا فیصلہ سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا۔ معروف کتاب (The Islamic Bomb) میں 1972ء میں ملتان میں منعقد ہونے والی اس میٹنگ کا تفصیلی ذکر موجود ہے جس میں مسٹر بھٹو نے پاکستان کے سائنسدانوں سے ملاقات کرکے ان سے پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے امکانات پر گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا کہنا ہے۔ بھٹو صاحب نے جن سائنسدانوں سے ملاقات کی تھی وہ مخلص ہوائی باتیں کر رہے تھے۔ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو پاکستان کی بڑی طاقتوں کی ایما پر ایٹمی قوت بنانے کے خلاف تھے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے راقم کو کئی مرتبہ بتایا کہ اس میٹنگ کے بعد خود انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو خط لکھا تھا کہ وہ پاکستان آ کر اپنے ملک کو ایٹمی قوت بنانے میں اپنا کردار ادا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جس پر مسٹر بھٹو نے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی اور انہیں یورینیم کی افزودگی کا منصوبہ شروع کرنے کی اسائنمنٹ دی ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا کہنا ہے کہ ان کی بیگم جو ایک غیر ملکی شہری تھیں تمام آسائشیں چھوڑ کر میرے ساتھ پاکستان آنے کیلئے تیار ہو گئیں۔ انہوں نے پاکستان آ کر معمولی مشاہرہ پر پاکستان میں یورینیم کی افزودگی کا بیڑا اٹھایا۔

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کا کام خان ریسرچ لیبارٹری کہوٹہ سے شروع ہوا اور آخر کار پاکستان ایک ایٹمی قوت بن گیا۔ اس ایٹمی پروگرام پر پاکستان کو کس طرح مشکلات سازشوں اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑا وہ ایک الگ تاریخ ہے۔ سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا دعویٰ تھا کہ انہیں اقتدار سے الگ کرنے کی بڑی وجہ پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کا فیصلہ تھا۔ سابق امریکی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر اور مسٹر بھٹو کی لاہور کے گورنر ہاؤس میں ملاقات اور اس میں ایٹمی پروگرام کو بند کرنے کیلئے ذوالفقار علی بھٹو کو دھمکی تو ریکارڈ کی بات ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار سے الگ کرنے کے بعد بھی پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام جاری رکھا اور ہر طرح کا دباؤ کا مقابلہ کیا۔ نوے کی دہائی میں امریکہ نے پاکستان کو ایٹمی پروگرام ختم کرنے کیلئے زبردست دباؤ ڈالا۔ لالچ بھی دیا اور دھمکیاں بھی لیکن اس وقت کے صدر غلام اسحاق خان اور ان کے کچھ رفقاء نے دباؤ اور دھمکیوں کا مقابلہ کیا۔ پاکستان نے اپنا ایٹمی پروگرام بچائے رکھا۔ مئی 1998ء میں بھارتی ایٹمی دھماکے کے بعد پاکستان نے 28 مئی کو ایٹمی دھماکہ کرکے پاکستان کو دنیا کی ایٹمی طاقت منوالیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو 28 مئی کے دھماکہ سے پہلے ہی متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ رہی سہی کسر جنرل مشرف کے دور میں پوری کر دی گئی جب یہ دعویٰ کیا گیا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ایٹمی ٹیکنالوجی کی سمگلنگ کا خفیہ نیٹ ورک کا سراغ لگایا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ٹی وی سکرین پر لاکر ان سے معذرت کرائی گئی۔ اس وقت سے اب تک پاکستان کے ایٹم بم کے فادر کو ایک طرح سے حراست میں رکھا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب علیل ہیں انہیں پروسٹیٹ کا عارضہ ہے جس کا عرصہ سے علاج ہو رہا ہے ان کی صحت خاصی گر چکی ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان عمر کے اس حصے میں پہنچ گئے ہیں جہاں وہ پاکستانی قوم اور ہمارے حکمرانوں کی طرف سے اپنے ساتھ روا رکھے گئے سلوک پر سخت دکھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر وہ کسی اور ملک کو اس قدر محنت کرکے نیوکلیئر پاور بناتے تو وہ قوم انکی ہمیشہ احسان مند رہتی لیکن پاکستان میں ان کو صلہ یہ دیا گیا ہے کہ انہیں کئی سال سے قید میں ڈال دیا گیا ہے۔ ان کی آزادانہ نقل و حرکت پر پابندی ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کہتے ہیں کہ حکمرانوں نے ان سے جو کچھ کیا وہ کیا لیکن پاکستانیوں نے بھی ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ان کی رہائی کیلئے کوئی تحریک نہیں چلائی گئی۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ میں نے اپنی محنت اور لگن سے پاکستان کو ایٹمی طاقت بنا دیا ہے۔ اب اسے بیرونی جارحیت کا کوئی خطرہ نہیں ہیں۔ لیکن پاکستان کو داخلی خطرات لاحق ہے۔ پاکستان کے ایٹم بم کے خالق کا کہنا تھا کہ پاکستان اخلاقی طور پر کمزور ہو رہا ہے یہاں کرپشن عام ہے۔ بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو پاکستان کی پرواہ نہیں وہ اپنے ذاتی مفادات کیلئے کام کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا مزید کہنا تھا کہ قوموں کو ایٹم بم نہیں بچاتا ان کی اخلاقی قوت بچاتی ہے جو پاکستان میں مفقود ہے۔ یہاں پر بڑی بڑی سلطنتیں جن کی حکومتیں کئی براعظموں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اخلاقی پستی کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے مسلمانوں کی عظیم سلطنت عثمانیہ کی مثال دی اور کہا کہ اخلاقی MORAL زوال سلطنت عثمانیہ کو لے ڈوبا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان اپنی تحریروں میں یہ ساری باتیں لکھتے ہیں وہ ان دنوں سخت رنجیدہ اور مغموم ہیں۔ ان کو اس بات کا شدید احساس ہے کہ جس سلوک کے وہ مستحق تھے ان سے قوم نے وہ سلوک نہیں کیا یہ احساس ان کی علالت میں بھی شدت پیدا کر رہا ہے۔